© rasailojaraid.com

روئے زمین پر ایسے کسی چشمے کے وجود کے گمان کی تحقیق تا حال نہیں ہو سکی۔جس کی بنا پر اس گمان کا درست نہ ہونا زیادہ ظاہر ہے۔اور سفیانؒ نے ''بعض لوگوں کا گمان'' کہ کر اس کے عدمِ ثبوت کی طرف اشارہ کیا ہے۔اور آیات کے سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ نادر واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے خضر علیہ السلام کی بازیابی کی علامت مقرر کی گئی تھی۔اس سے کہیں ایسے چشمے کا وجود لازم نہیں آتا۔ فرامین نبویہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ''نہرِ حیات'' اور ''آبِ حیات'' جنت کے دروازے کے پاس ہیں،جو جہنم سے شفاعت کے ذریعے نکالے گئے مؤمنوں پر ڈالا جائے گا،جس سے ان کے جلے اور جھلسے ہوئے جسم دوبارہ تروتازہ ہو جائیں گے۔

''**ھل نری ربنا؟ ......فیُخرَجون من النار قد امتحشوا فیصب علیھم ماء الحیاة فینبتون کما تنبت الحبة فی حمیل السیل**......''[بخاری ایمان باب ۱۲۹ فضل السجود ح:۸۰۶،مسلم ایمان ح:۲۹۹ عن ابی ھر ۲۲/۳] ''صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: کیا ہم روزِ قیامت اپنے رب کا دیدار کر سکیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدارِ الٰہی کے ساتھ شفاعت کا تفصیلی بیان بھی فرمایا......انہیں دوزخ سے نکالا جائے گا وہ جل کر تباہ ہو چکے ہوں گے۔پھر ان پر آبِ حیات ڈالا جائے گا،پس وہ (تروتازہ ہو کر) ایسے اُگیں گے،جیسے سیلابی مٹی سے (بیج کا) دانہ اُگتا ہے۔'' ''**اَخرِجوا من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من اِیمانٍ فیُخرجون منھا قد اسودّوا فیُلقون فی نھر الحیاة** ......''[بخاری اِیمان باب ۱۵ تفاضل اھل الایمان ح:۲۲،مسلم اِیمان ح:۳۰۴ عن ابی سعید ۳۵/۳] ''اللہ فرمائے گا: جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہو،اسے جہنم سے نکالو۔تو انہیں نکالا جائے گا،وہ جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے۔پھر انہیں نہرِ حیات میں پھینکا جائے گا......''

اگر دنیا میں آبِ حیات کا گمان کرنے والے سفیانؒ کے بیان کی حد تک رہتے،تو بڑا حرج نہ ہوتا۔لیکن انہوں نے اس بات کو تبنگڑ بناتے ہوئے یہ نظریہ بھی قائم کر لیا کہ یہ دنیاوی آبِ حیات جس پر لگے اسے کبھی موت نہیں آتی......پھر دوسری تبنگڑ یہ بنالی کہ خضر علیہ السلام نے اس چشمے کا پانی پیا تھا،اس لیے وہ اب بھی زندہ ہیں......پھر شیطان نے انہیں اس قدر بہکایا کہ شریعت کے مخالف روش پر چلنے والے خضر علیہ السلام سے ملاقات کے دعوے پر ان کی وساطت سے باطل عقائد ایجاد کرتے اور غلط اعمال انجام دیتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیاتِ مبارکہ کے آخر میں عشاء کے بعد ارشاد فرمایا: ''**اَرایتکم لیلتکم ھٰذہٖ،فاِنّ رأس مائة سنة منھا لا یبقیٰ ممن ھو علیٰ ظھر الارض اَحدٌ**''[بخاری علم باب ۴۱ ح:۱۱۶ عن ابن عمر] ''آج کی رات کو یاد رکھو! یقیناً اس سے ایک سو سال بعد آج زمین پر موجود لوگوں میں سے کوئی ایک بھی (زندہ) نہیں رہے گا۔'' اگر بفرضِ محال خضر اُس دن تک زندہ ہو تو اس کے ایک صدی بعد (110 ہجری) تک ان کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔اگر وہ عصرِ نبوت میں زندہ ہوتے تو ان پر بھی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ان کی اتباع کرنے کے علاوہ ہدایت اور نجات کا کوئی موقع نہیں ہے۔

(اس موضوع پر الشیخ عبدالعزیز ابن بازؒ کی کتاب ''حقیقت حیاتِ خضر'' کا مطالعہ کریں،اس کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے۔)

عبدالوہاب خان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام اور مغرب

الہامی نظام زندگی اور مغربی نظام زندگی کے مابین تقابلی جائزہ

محمد رابع ندوی
انتخاب: عبدالرحیم روزی

انسانی نظام حیات جس کی طرف مغرب کا عالمی نظام دیدہ زیب نام کے ساتھ بلا رہا ہے' ایسا نظام ہے جس میں خود غرضی استبداد اور خالص مادہ پرستی کی روح سرایت کرچکی ہے۔ جہاں تک اس نظام کا تعلق ہے جسے اللہ وحدہ لاشریک نے انسانیت کے لئے بنایا ہے وہ سراپا رحمت، مساوات اور انسانی عزت وآبرو کے تحفظ پر مبنی نظام ہے، جس کا انسانیت نہایت ہی محتاج ہے۔

اللہ تعالی نے انسان کو ایک بلند غرض وغایت کے لیے پیدا کیا ہے، وہ ایک آوارہ اور بے مقصد مخلوق ہرگز نہیں۔ اس کی زندگی بامقصد، مکمل اور عالی نظام کی تعبیر ہے۔ نہ طبقاتی، نہ محدود عنصری، نہ ہی زمان ومکان کے ساتھ مقید۔ انسانیت کو اس نظام سے متعارف کرانے کے لئے انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام بھیجے گئے، جنہوں نے بطریق احسن اس فریضے کو سرانجام دیا۔ اس نظام کو اس قابل بنادیا کہ اس کینوسِ عالم پر عظیم تر کردار ادا کرسکے۔ اب انسان کے لیے گنجائش ہی نہیں کہ وہ اپنا اہتمام وتوجہ صرف اور صرف خوردونوش اور لباس ومکان کے دائرے تک محدود رکھے، اپنی جسمانی خواہشات اور حیوانی شہوات کی تسکین کرتے رہے۔ دوسرے پر اپنا غلبہ جمائے اور نفس امارہ کے ان اوامر کی تکمیل کے لئے تمام تر طاقت استعمال کرے۔ جیسے کہ ہم ان اعمال کا مشاہدہ مغربی طرز فلسفہ پر استوار کیے گئے نظامِ زندگی میں کرتے ہیں۔ اور وہ اس نظام کو پوری انسانیت پر لاگو کرنے کے لیے ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

کئی عشرہ قبل مغرب اس فلسفۂ حیات کے زیر سایہ روسی سوشلزم اور امریکی سرمایہ دارانہ نظام کے دو پاٹوں کے درمیان گھوم رہا تھا۔ اگرچہ دونوں میں مقابلہ شدید تر تھا، مگر درحقیقت ان دونوں عالمی طاقتوں کا فلسفۂ حیات ایک ہی تھا کہ جس طرح ہوسکے حدود وقیود سے آزاد ہوکر کسی طرح سے بھی نفسانی خواہشات کو تسکین پہنچے۔ جھگڑے کی نوعیت زیادہ سے زیادہ یہ تھی کہ کون دین کے زیادہ سے زیادہ حصے پر ''ناگ'' بن بیٹھے گا۔ تا آنکہ روسی فلسفۂ زندگی مقابلے کے دوڑ میں باہر بیٹھا اور جسمانی خواہشات کو تکمیل کا جامہ پہنانے والا امریکی منصوبہ سروں پہ منڈلانے لگا۔

امریکہ بہادر کا اپنایا ہوا فلسفۂ زندگی کوئی نیا فلسفہ نہیں ہے، بلکہ روئے زمین کے مختلف علاقوں، مختلف اقوام وامم اور مختلف زمانوں کی طویل تاریخ اس فلسفہ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے المناک اور خونچکاں واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ان خون آشام احداث وواقعات کو سن کر آج بھی جسم میں ایک جھرجھری سی پیدا ہونے لگتی ہے۔ حکام وقت نے طاقت کے پندار میں آکر ظلم وبربریت کے ایسے پہاڑ توڑے کہ ظلم وستم کی مثال اور نمونے کے طور پر قرآن کریم نے فراعنہ مصر کے اہرام، جزیرہ عرب میں عاد وثمود کے حکمرانوں کا تذکرہ کیا ہے: ﴿أتبنون بكل ريعٍ آية تعبثون ۞ وتتخذون مصانع لعلكم تخلدون ۞ وإذا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بطشتم بطشتم جبارین ۞ ''کیا تم ہر ٹیلے پر یادگاری نشان بنا کر کھیل تماشے کرتے ہو۔ اور ایسی ایسی عمارتیں ٹھونکتے ہو گویا تم ہمیشہ رہو گے اور جب تم ہاتھ ڈالتے ہو تو بے رحمی کے ساتھ ہاتھ ڈالتے ہو'' (الشعراء ۱۲۸۔۱۳۰)

اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیحت اور رہنمائی کرنے کے لئے انبیاء و رسل کی صورت میں ایلچی بھیجے کہ وہ اپنی مادی زندگی کو بلند اور انسانی غرض وغایت کے تابع بنائے جس رہنمائی کے ذریعے انسان دوسرے مخلوقات سے ممتاز ہوتا ہے۔ وہ اپنے امتیازی اوصاف جیسے رأفت وشفقت کو اختیار کرے، اپنے رب کی بندگی کرے، زندگی کی غرض وغایت یہ ہے کہ اس غیر معمولی ذمہ داری کی اہمیت کو پہچان لے اور اپنے آپ کو ان کا پابند بنائے، اپنی جملہ صلاحیتوں کو انسانیت کی بھلائی کے لئے استعمال کرے۔ ایسے عالمگیر نظام کے لئے مساعی تیز کرے جس میں کوئی آقا ہو نہ کوئی غلام، نہ کوئی قریب ہو نہ دور۔ بلکہ ہر فرد بشر ایک دوسرے کا ہمدرد بھائی بننے، سب کے سب ایک ہی آسمانی نظام کے سایہ تلے اپنی زندگی گزارے، ارض وسماء میں خالق کائنات کا تشکیل دیا ہوا فلسفۂ حیات و نظام اسی انسان نامی مخلوق کے لئے ہے اور بس۔ باقی مخلوق تو اس کے تابع ہے...... اسی لئے اس آسمانی نظام وقانون میں کوئی ظالم ہے نہ کوئی مظلوم، اس لئے کہ ظلم کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ اس نظام الٰہی کو چھوڑ کر انسان کے اپنے بنائے ہوئے نظاموں میں یہ ناہمواریاں ہیں کہ چند افراد کے استثناء کے ساتھ باقی لوگ ذاتی انانیت کے لئے کوشاں اور خواہشات نفس کی تکمیل کے لئے غلطاں وپیچاں رہتے ہیں۔ اسی مقصد کے لئے وہ تمام تر طاقت صرف کرتا ہے۔ اسی کی خاطر دوسروں کی خواہشات اور پسند کو بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ یہ سب ایسے نظاموں کا چربہ ہے جن میں خودغرضی اور نسلی، علاقائی وقومی تعصب کی طوطی بولتی ہے۔

تمام انبیاء کرام کے آخر میں محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہوئی۔ آپ ﷺ کے ذریعے انسانی تحریک کو طاقتوروں کے پنجۂ استبداد تلے کراہتے ہوئے مظلوم انسانوں کے لئے امن وسلامتی کی شاہراہ کی طرف بڑھنے کا موقع ملا۔ اس پر امن اور روح پرور نظام کو لے کر آنے والی شخصیت حضرت محمد ﷺ کے ایک نمائندے حضرت ربعیؓ نے فاشسٹ نظام کے نمائندے ساسانی بادشاہ یزدگرد کے سپہ سالار رستم کے سامنے آپ ﷺ کی لائی ہوئی مقدس غرض وغایت کو بایں الفاظ بر سر دربار بیان کیا: ''إن اللّٰه ابتعثنا لنخرج مَن شاءَ مِن عبادة العباد إلى عبادةِ اللّٰه وحدهُ، ومن ضيق الدنيا الى سعتها، ومن جور الأديان الى عدل الاسلام.'' اللہ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف اکیلے ذات الٰہی کی بندگی پر لگائیں، دنیا کی تنگیوں سے نکال کر بے کراں وسعتوں کی طرف اور ادیان عالم کے جور وستم سے چھٹکارا دلا کر اسلام کے عدل کے سایہ تلے لے آئیں۔'' (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص:۱۰۸ بحوالہ البداية والنهاية)

اس سے عیاں ہوا کہ الٰہی فلسفہ کیا ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہبری فرمائی ہے تا کہ اسی کے ذریعے وہ اپنی زندگی کی تحریک درست سمت میں رکھیں، یہ وہی فلسفۂ حیات ہے جس میں انسانی کرامت وعزت کے تحفظ کی مکمل ضمانت ہے۔ ایک

© rasailojaraid.com